حضرت خواجہ خاوند محمودؒ

کابل کے ہر باشندے کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ مضافات میں بخارا کا بہت بڑا ولی کامل آیا ہے۔ تشنہ کام و حرماں نصیب اس کی زیارت اور دعا کے لئے مضطرب و بے چین تھے۔ یہ ہستی جس کا قریہ قریہ' کوچہ کوچہ ذکر خیر ہو رہا تھا حضرت خواجہ محمود ملقب بہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ تھے جو سمرقند سے تشریف لائے تھے۔ شاہ کابل نے جب آپ کے بارے میں سنا تو آپ کے خیرمقدم کے لئے حاضر خدمت ہوا اور بصد عزت و احترام و محبت، اپنے ساتھ لے آیا۔ جب آپ شہر میں وارد ہوئے تو لوگوں نے ادب سے آنکھیں فرش راہ کر دیں۔ سینوں کے اندر محبتوں کے چراغ روشن ہو گئے اور چہروں پر پھیلے ہوئے یاس کے بادل چھٹ گئے۔ جس طرف سے گزر جاتے تھے سینکڑوں عقیدت مند کھڑے ہو کر سلام شوق و ادب کا نذرانہ پیش کرتے۔ لوگ اپنے مصائب و آلام' حاجات و خواہشات کو زبان پر لا نہ پاتے تھے کہ قرآن و حدیث اور اسوۂ بزرگان دین کی روشنی میں ایسا

نسخہ کیمیا عطا کر دیتے کہ قلب مضطر سکون و طمانیت محسوس کرنے لگتا۔ بے کلی راحت میں تبدیل ہو جاتی اور چہروں سے اطمینان جھلکنے لگتا۔ اس حال پر میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کامل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سائل اپنے سوال کو دل میں رکھے اور اس بزرگ کی باتوں کو غور سے سنے اسے اس کے سوال کا جواب مل جائے گا۔

روز افزوں حضرت خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین اور عقیدت مند ں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ایک دن مریدوں نے خطبہ جمعتہ المبارک ارشاد فرمانے کے لئے اصرار کیا تو آپ ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف لے گئے اور وعظ فرمانا شروع کیا۔ علم قرآن و حدیث و فقہ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو الفاظ کی شکل میں رواں دواں تھا۔ ایسے ایسے رموز و اسرار بیان فرمائے کہ سامعین ورطہ حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھیڑا تو عجیب سماں بندھ گیا۔ لوگ رو رہے تھے، تڑپ رہے تھے، بلک رہے تھے، درحقیقت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی اطاعت ہے، کا مفہوم اسی دن واضح ہوا تھا۔ آپ کا وعظ اس قدر موثر و سحر آگیں تھا کہ دو آدمی وہیں جان بحق ہو گئے۔

آپ حضرت سید میر شریف کے ہاں ۹۷۱ ہجری میں بخارا میں تولد ہوئے۔ عہد طفولیت سے ہی سعادت مندی، نیک بختی چہرے سے عیاں تھی۔ میلان طبع زہد و ورع کی طرف تھا۔ جب سکول جانے کی عمر کو پہنچے تو مدرسہ سلطانی میں داخل کرادیئے گئے جہاں انہوں نے بڑی لگن اور محنت سے علم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ دنیاوی تعلیم کے ہم آہنگ دینی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ تھی۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک کی سعادت سے بہرور ہو چکے تھے۔ مدرسہ سلطانی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہی کالج میں پڑھنے لگے۔ جب بیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے ہمعصر علماء، فضلاء آپ کی علمی استعداد و ژرف نگاہی کے بے حد

مداح و قائل تھے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ کی طرف رجوع کرتے، فتویٰ بھی دیتے تھے۔ سربراہان وقت آپ کے تلامذہ میں شامل ہونے کو باعث فخر تصور کرتے تھے۔

علم کا منشاء و مقصود اندھیرے سے روشنی کی طرف آنا ہوتا ہے۔ وہ علم جو روشنی میں لانے کے شرف سے محروم ہو وہ علم کہلانے کا مستحق نہیں۔ دنیاوی علم کے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود دل میں ایک خلش اور تمنا موجود تھی جو ہر لحظہ جھنجھوڑتی رہتی تھی کہ حقیقی علم وہ ہے جو روح کو بلندیوں کی طرف پر پرواز بخشتا ہے۔ وقت کے ہم آہنگ اس جذبے میں فراوانی آتی گئی۔ بخارا میں موجود بزرگوں کی چوکھٹ پر حاضری دی لیکن منزل تک رسائی نہ ہوئی۔ تو ایک دن بسوئے سمرقند تشریف لے گئے اور پیر طریقت کی جستجو شروع کر دی۔ جذبہ صادق ہو تو راستے منزلوں کو بہت جلد قریب لے آتے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ محمد اسحاق سفید کی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے تو منزل مقصود کو سامنے پا کر دل کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ اس حال کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کبھی اس راہ سے گزرے ہوں۔ فوراً حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور دل و جان سے خود کو مرشد کامل کے حوالے کر دیا۔ اپنی ذات اور دنیاوی علم کو درمیان سے نکال دیا اور اپنے شب و روز کو اپنے شیخ کے ارشادات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ مرشد بھی دوسرے مریدین کی نسبت آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ دنیائے دنی کے خوش رنگ جال کی ڈوریاں یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگیں۔ معرفت الٰہیہ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گری کرنے لگے۔ حجابات اٹھنے لگے اور اللہ تبارک تعالیٰ کا قرب نصیب ہونے لگا۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج اپنے اندر ایسے فیوض و برکات لاتا جنہیں بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ جب سلوک کی منازل طے ہو گئیں تو مرشد کامل نے خرقہ خلافت و مشیخت سے سرفراز فرمایا۔ بے شمار لوگ آپ، کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ کی بزرگی و ولایت و معرفت کے

چرچے ہر سو ہونے لگے۔ متلاشیان راہ مستقیم دور دراز سے سفر کر کے حاضر خدمت ہونے لگے۔ بخارا کے حاکم شاہ زمان مرزا کے کانوں تک جب آپ کی اولیائی کا شہرہ پہنچا تو بذات خود بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ بدعات کے رفع کرنے میں بڑے شدید تھے۔ دین میں نئی اختراع کو سنتے تو اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے اور لوگوں کو اپنے تبحر علمی اور روحانی تصرف سے باز رہنے پر مجبور کرتے۔ فرماتے کہ دین کے مطابق ہونے کے بجائے تم دین کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانا چاہتے ہو۔ سمرقند سے آپ بجانب کابل روانہ ہوئے۔ راستے میں جس شہر سے گزرتے تو لوگ دھڑا دھڑ آپ کی مریدی کا طوق گلے میں پہننے میں فخر محسوس کرتے۔ کابل کے قیام کے دوران اہل کشمیر کے عقائد کے بارے میں علم ہوا تو ان کی اصلاح کے لئے عازم کشمیر ہوئے اور محلہ سکندر پورہ میں قیام فرمایا۔ اس علاقے میں حاکم کشمیر کے محلات و باغات تھے۔ ۱۰۱۷ ہجری میں آپ نے فیض پناہ نقشبندیہ کے نام سے ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کی۔ آپ کی ذات بابرکت کے یہاں آنے کی دیر تھی کی رفتہ رفتہ اس علاقے کا نام بازار خواجگان زبان زد خاص و عام ہو گیا اور پھر خواجہ بازار کے نام میں تبدیل ہو گیا۔

کشمیر کے قیام کے دوران **سنیوں** اور **رافضیوں** کے درمیان شدید نزاع تھا کافی جانیں تلف ہو چکی تھیں۔ ابوالقاسم اور محمد عارف قاضیان شہر کے روبرو مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے اہل رفض کے خلاف مناسب کارروائی کرنے میں تساہل سے کام لیا تو آپ نے اس میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان دنوں جہانگیر بادشاہ ہندوستان پر حکمران تھا۔ فساد ختم ہونے کے بعد بادشاہ نے آپ کو اکبر آباد آنے کی دعوت دی۔

آپ وہاں تشریف لے گئے تو وہ بڑی عزت و تکریم اور عقیدت سے پیش

آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جہانگیر کشمیر گیا تو آپ کو ساتھ لے گیا۔ قضائے الٰہی سے وہ وہاں فوت ہو گیا تو حضرت خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ اس کی لاش کے ہمراہ لاہور تشریف لے آئے۔ شہزادہ شاہجہان کی درخواست پر آپ اس کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ یہاں ملکہ عالیہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئیں۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے علماء و فضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور فیض یاب ہونے لگے، کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد دوبارہ لاہور چلے آئے۔

آپ کا ارادہ وطن واپس جانے کا تھا۔ لیکن شاہجہان کی درخواست پر آپ نے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہیں اللہ کی مخلوق کو اپنے علم و معرفت سے نوازنے لگے۔ یہاں بھی لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اور دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرور ہونے لگے۔ جب شاہجہاں سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے ایک لاکھ ٹکہ ہدیہ آپ کے خدمت میں ارسال کیا۔ اس سے آپ نے لاہور میں خانقاہ تعمیر کی۔ کچھ روپیہ کشمیر کی خانقاہ کے لئے بھیج دیا اور بقیہ غرباء و مساکین میں خیرات کر دیا۔

حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ جہاں بھی تشریف لے جاتے وہاں سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیتے تھے۔ لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سے اپنے اعمال و افعال و اقوال کی درستگی کر لیتے۔ غیر کی طرف سے منہ موڑ کر خیر کی طرف کر لیتے۔ شیطان سے ناطہ توڑ کر رحمٰن سے تعلق جوڑ لیتے۔ ہر جمعتہ المبارک کو آپ وعظ فرماتے جس میں لاہور کے جید علماء دین اور اہل علم شرکت کرتے۔ جو ایک بار آپ کا وعظ و بیان سن لیتا اس کا ایک ایک لفظ اس کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ گورنر نواب وزیر خان آپ کا مرید تھا جسے آپ کی دعا و برکت سے بلند مقام و مرتبہ حاصل ہوا تھا۔

خوارق و کرامت دلیل بزرگی نہیں اور نہ ہی بزرگان دین اسے قرب الٰی

اللہ کی نشانی کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ یہ تو ایک مقام ہے جو خاصان بارگاہ الٰہی کی زندگی میں آتا ہے۔ بعض اوقات کرامات کا ازخود ظہور ہونے لگتا ہے۔

حضرت خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ مستجاب الدعوات و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ شاہی لشکر کے ساتھ تھے تو گرمی کی شدت اور پانی کی کم یابی کہ وجہ سے لشکر کا برا حال تھا۔ بادشاہ جہانگیر نے حاضر خدمت ہو کر صورتحال سے آگاہ کیا اور عرض کی کہ باران رحمت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ چشم زدن میں آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور پھر چھاجوں مینہ برسنے لگا۔

آپ کے دور مسعود میں اور بھی اولیاء اللہ اور علمائے دین موجود تھے۔ ان کے برعکس ایسے نام نہاد عالم بھی تھے جو گناہوں کے پرچار اور معصیت کی دعوت دینے میں اپنا جواب آپ تھے۔ ان میں دین الٰہی کو رائج کرنے اور اکبر کی جہالت سے فائدہ اٹھانے والے مبارک اور اس کے چیلے چانٹوں نے علم جہالت بلند کر رکھا تھا۔ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ بھی اس جھوٹے دین کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں سینہ سپر تھے تاکہ اس سیل بلا سے برصغیر کے مسلمانوں کو نکال کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر لائیں۔ حضرت عبدِالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے علمی محاذ پر جنگ شروع کر رکھی تھی۔ حضرت ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ جیسے مشاہیر و خاصان بارگاہ الٰہی موجود تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر دور میں ایسی ہی بابرکت ہستیاں موجود ہوتی ہیں جو الحاد و کفر، فسق و فجور اور منافقت کے خلاف سرگرم عمل نظر آتی ہیں اور لوگوں کو ظلمات سے روشنیوں کی طرف لانے کا شرف رکھتی ہیں۔ اگر ان کا وجود نہ ہو تو لوگ طاغوتی شکنجوں میں جکڑے جاتے اور وہیں بلبلاتے رہتے اور کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا۔

آپ کا درس و تدریس کا سلسلہ صرف وعظ تک محدود نہ تھا بلکہ تبلیغ کے

لئے آپ نے قلم سے بھی کام لیا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس تصنیف کو مقبولیت عام و دوام حاصل ہوئی وہ "رسالہ محمودیہ" تھا لیکن شومئ قسمت سے یہ رسالہ نایاب ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد وحید اللہ تبارک و تعالٰی کی محبت و خوشنودی حاصل کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں زندگی گزارنا، مخلوق اللہ کو اپنے قول و عمل کے ذریعے گمراہی و ضلالت کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف لانا تھا۔ ۱۲ شعبان المعظم ۱۰۵۲ ہجری میں جب آپ کا وصال ہوا تو آخری لمحات تک آپ اسی مقصد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ وصال سے قبل ہی آپ نے بتادیا تھا کہ سفر آخرت پر عنقریب روانگی ہے چنانچہ جب وقت مقررہ آیا تو نماز مغرب کے بعد آپ نے چند بار حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر

الٰہی غنچہ امید بکشا
گلے از روضہ جاوید بنما

پڑھا اور بحالت سجدہ قبل از نماز عشاء جاں جان آفرین کے سپرد کر دی اور بیگم پورہ لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے قریب مدفون ہوئے۔ اس وقت بادشاہ شاہجہان لاہور میں موجود تھا لہٰذا آپ کی تجہیز و تکفین کا بندوبست اسی کے حکم سے میراں جلال الدین صدر الصدرو نے کیا۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے جہاں لوگ روحانی کمالات سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں اور دعائیں بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہیں۔

میرے شیخ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعداز وصال اولیاء اللہ' کے فیوض و برکات میں ستر گناہ اضافہ ہو جاتا ہے اور تصرف بھی جاری رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے تھے کہ ظاہری حیات میں انہیں بڑا پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے تا کہ کوئی عمل اللہ تعالٰی اور اس کے

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہ ہو۔ لیکن بعد از وصال یہ ڈر نہیں ہوتا چنانچہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر جب روضہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو صوبہ دار لاہور نے جسے مشائخ و اولیاء اللہ سے عداوت و بغض تھا مزار پاک کے مجاور کو بلا کر کہا کہ روضہ کو گرادیا جائے۔ مجاور نے معذروی ظاہر کی تو دوسرے دن وہ خود وہاں آیا اور تحکمانہ لہجے میں روضہ گرانے کا حکم دیا۔ لیکن جب واپس گیا تو راستہ میں گھوڑی نے ناخن لیا جس سے وہ گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور تین دن بعد ہی راہی ملک عدم ہوا۔

حضرت خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو آپ کے چھ صاجزادے اور پانچ صاجزادیاں تھیں۔ آپ کے تمام صاجزادے بفضل ایزدی زاہد و متقی، عالم فاضل اور روحانی بلندیوں پر فائز تھے۔ آپ کے دوسرے صاجزادے حضرت خواجہ احمد باپ کے سجادہ نشین اور اولیاء اللہ میں بلند مقام کے حامل تھے۔

بخارا، سمرقند، کشمیر اور ہندوستان میں آپ کے ہزارہا مریدین اور معتقدین تھے جنہوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جو خرقہ خلافت سے نوازے گئے اور مسند رشد و ہدایت پر جلوہ فگن ہوئے۔ تذکرہ اولیاء ہند کے مطابق آپ کے خلفاء کی کل تعداد سولہ ہے، جن میں دو آپ کے صاجزادے بھی شامل تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا منشاء و مقصود رضائے الٰہی ،حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانوں کی بہبود ہونا چاہیے۔ بدعات، فسق و فجور، بدمذہبی، گستاخان رسولؐ و صحابہؓ، منافقین و فاسقین سے علیحدہ رہنا چاہیے اور اعلائے کلمتہ الحق کے لئے اقدام کرنے چاہیں۔